"دانید چه ذاتیم راز اوصاف جدائیم
بر وصف که خوانیم به تحقیق همائیم
بے باك رسیدیم به میدان محقق
بردار بگویم ونه مردان را ریائیم
پرواز به لاهوت بکردیم رسیدیم
دیدیم تماشا که به ناسوت چه مائیم
چه بجروت چه ملکوت چه افلاك چه دهور
همه زیر قدم ماست که سیمرغ سمائیم
"راجا" برفتا عشق خریدیم و مستم
رقیصیم وَبهَ نازیم که برراه بقائیم

ذاتِ مطلقہ محض صفت کا نام نہیں ہے

قلندرِ کبریا اس غزل میں فرمارہے ہیں کہ ذاتِ مطلقہ کو محض صفت نہ جانو محض صفات اس کی ذاتِ مطلقہ کا ادراک نہیں کرسکتی ہیں جناب

امیر المومنینؑ فلسفہ توحید میں فرماتے ہیں وہ رب العزت جس تک فکروں کی بلند پروازیاں پہنچ نہیں سکتیں وہ عددّیت، صفت اور موصوف کے فلسفہ سے ماورا ہے اس کی طرف اگر اشارہ بھی کیا گیا یعنی جس نے اشارہ کیا اس نے دوئی پیدا کی یعنی محض اسے صفت جاننا اسکو محدود کرنے کے مترادف ہے..اسلیئے قلندرِ کبریا فرماتے ہے کہ سمجھو! اے لوگوں کہ وہ ذاتِ پاک جدا ہے اور اسکی صفات جدا ہیں بے خوف اتر کے محقق اس میدان معرفت میں..کیوں کہ سولی پر انا الحق کر کے وہ ہی مرد بے ریا چڑھتے ہیں جنہیں کوئی خوف نہیں ہوتا جب ہماری پرواز لاہوت پر ہے اور ہم نے منزلِ لاہوت کو پالیا ہے تو عالمِ ناسوت کے تماشوں کے دیکھنا ہمارے لئے کوئی معنی نہیں رکھتا ہے.کیا جبروت ہے تو کیا ملکوت اور کیا ہیں آسمان و دھر سب کچھ میرے زیرِ قدم ہیں اور میں معرفت کا پرندہ بن کر پرواز کر رہا ہوں اور سب مجھ میں سمائے ہوئے ہیں اے راجا خوش ہو جا تو نے عشق خرید لیا ہے اور مست ہے اسی مستی میں رقص کر اور ناز کر کیوں کہ یہی راہ بقا ہے.